مولانا محمد عیسیٰ منصوری

دینی مدارس میں معیار تعلیم کا مسئلہ

ہمارے جامعات میں ایک بہت بڑی کوتاہی یہ ہو رہی ہے کہ جو بھی طالب علم ہمارے جامعات کا رخ کرے' خواہ اس میں استعداد ہو یا نہ ہو' ذوق و شوق ہو یا نہ ہو' اسے عالم بنانا ہم نے اپنے اوپر فرض کر لیا جس کا نتیجہ یہ ہے کہ ایسے ایسے علماء فارغ ہونے لگے جو عربی تو کجا' چند سطریں اردو صحیح نہیں پڑھ سکتے۔ خطبات جمعہ کو خبنات جما لکھتے ہیں۔ چنانچہ مفکر اسلام حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی دامت برکاتہم دارالحدیث جامعہ رحمانیہ مونگیر زیر صدارت مولانا منت اللہ رحمانی امیر شریعت بہار علماء و طلباء سے خطاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"اس کا سب سے زیادہ تجربہ تو ہمارے مولانا منت اللہ رحمانی صاحب کو ہو گا۔ وہ دیوبند میں دیکھتے رہتے ہیں' ندوہ میں دیکھتے رہتے ہیں۔ دونوں جگہ کے وہ اہم بنیادی رکن ہیں کہ کس طرح کے فضلاء نکل رہے ہیں۔ دورہ کا امتحان لینے کے لیے لوگ گئے اور معلوم ہوا کہ عبارت صحیح نہیں پڑھ سکتے۔ پہلی حدیث انما الاعمال بالنیات و انما لکل امری ما نوی ہی کو غلط پڑھا اور ترجمہ بھی غلط کیا۔ اسی طرح کے فضلاء مسلسل ادھر کئی سال سے نکل رہے ہیں۔ میرے خیال میں کوئی بیس پچیس سال سے یہ انحطاط نمایاں طریقہ پر شروع ہو گیا ہے" (ص ۲۴۷' پا جا سراغ زندگی)

اس تقریر میں مولانا آگے فرماتے ہیں:

"آج ہمارے مدارس میں اس وقت جو سب سے بڑا مسئلہ ہے جس کو کرائسس (RISIS) (بحران) کہنا چاہیے' وہ ہے مدرس کا مسئلہ۔ آج مدرس نہیں مل رہے ہیں۔ ہماری حالت یہ ہے کہ ہم اتنی بڑی درس گاہ لیے بیٹھے ہیں لیکن ہم چاہتے ہیں کہ ہمیں دو تین مدرس بعض فنون کے مل جائیں' وہ نہیں مل رہے ہیں اور دیوبند کو اس وقت شیخ الحدیث نہیں مل رہا ہے۔ اب یہ بات آپ کے لیے ہمارے لیے راز کی نہیں رہی کہ دیوبند میں شیخ الحدیث کا مسئلہ مناسب طریقہ پر حل نہیں ہو سکا۔ آج مولانا منت اللہ صاحب اس کے رکن رکین ہیں اور وہ خاص کمیٹی جس نے یہ فیصلہ کیا ہے' اس میں وہ شریک ہیں لیکن

وہ بھی مطمئن نہیں ہیں' میں بھی مطمئن نہیں ہوں' کوئی مطمئن نہیں۔ یعنی جو دارالعلوم کی روایت تھی' جو دارالعلوم کا معیار تھا' اس کے مطابق ابھی مسئلہ حل طلب ہے" (ص ۱۷۰)

آزادی کے بعد مدارس اور جامعات کی تعداد دس گنا بڑھ گئی۔ عرصہ سے زیادہ توجہ افراد سازی کے بجائے افراد شماری اور شاندار عمارتوں پر ہے جس کی وجہ سے علم اور علماء کی عزت وحرمت داؤ پر لگی ہوئی ہے۔ اگر اس مسئلہ پر فوری توجہ نہیں دی گئی تو خاکم بدہن علماء کی رہی سہی عزت و احترام بھی رخصت سمجھئے۔ سچی بات یہ ہے کہ بہت سے والدین اپنے ایک دو بچوں کو اس لیے دینی مدارس میں روانہ کر دیتے ہیں کہ بچہ مفت میں ۸۔۱۰ سال پل جائے گا اور اس قابل ہو جائے گا کہ کم از کم اپنا پیٹ پال سکے گا اور خود بچہ کا شعوری طور پر علم حاصل کرنے کا ارادہ نہیں ہوتا۔ وہ حالات کے جبر کے تحت آ جاتا ہے۔ مثل مشہور ہے جیسی روح ویسے فرشتے' جیسے نیت ویسے اثرات۔ ایسے حالات میں یہ طے کرنا کہ بچہ میں مکمل عالم بننے کی اہلیت ہے یا نہیں' یہ فیصلہ والدین یا بچہ پر نہیں چھوڑا جا سکتا بلکہ طلباء کی استعداد کا جائزہ لے کر ہمارے دینی مدارس کو طے کرنا ہوگا کہ بچہ کو عالم بنایا جائے یا دینیات کا مختصر کورس کرا کر فارغ کر دیا جائے۔ ایسے بچوں کے لیے ۳ سالہ مختصر کورس بنایا جا سکتا ہے جس میں قرآن کی تصحیح' تجوید قرآن' ضروری فقہی مسائل (مادری زبان میں)' سیرت وتاریخ' جمعہ ونکاح کے خطبات اور مکتب میں پڑھانے کی تمرین ہو۔ ہمارے ۹۵ فی صد علماء کو بچوں کی مکتبی تعلیم اور امامت ہی کرنی ہوتی ہے۔ محض اس کام کے لیے ان کی زندگی کے ۸۔۹ سال کا عرصہ اور ملت کے کروڑہا کروڑ روپے صرف کرنا وقت اور مال دونوں کا ضیاع ہے البتہ جو ذی استعداد طلباء ہیں اور پڑھنے کا ذوق وشوق بھی رکھتے ہیں' ان کے لیے نصاب تعلیم بجائے ۸ کے ۱۰ سال بھی کیا جا سکتا ہے (اگر ایم اے کرنے کے لیے ۱۴ سال لگتے ہیں تو مکمل عالم کے لیے ۱۰ سال زیادہ نہیں ہیں) اس طرح خواہ ایک طالب علم پر ۴۔۵ طالب علم کے اخراجات ہو جائیں مگر دس بیس باصلاحیت علماء کسی ادارے سے فارغ ہوں تو وہ موجودہ پانچ سو' ہزار علماء سے بہتر نتائج پیدا کریں گے۔ بدقسمتی سے دین کے دیگر شعبوں کی طرح تعلیم وتعلم کے شعبہ میں بھی کالی بھیڑیں گھس آئی ہیں کیونکہ اس دور میں دینی جامعات اپنے علاقہ اور قوم پر ایک طرح کی ریاست اور اقتدار کی شکل اختیار کر گئے ہیں۔ اب تو یہ بات عوام کی زبان پر بھی آ گئی ہے کہ نسلاً" بعد نسل جاگیریں بن رہی ہیں۔ بندہ نے خود اپنے کانوں سے کئی جامعات کے ذمہ داروں کو چندہ لیتے وقت علاقائی' ضلعی اور برادری کی عصبیت اپناتے سنا ہے۔ ضلعی وقومی عصبیت کے نام پر مالی

اپیل کرتے سنا ہے۔ یہ مسئلہ بھی ضروری توجہ کا متقاضی ہے۔ دینی مدارس میں زیادہ توجہ تعمیر عمارات پر ہے۔

یہ مزاج اتنا ترقی پذیر ہے کہ بڑے بڑے اہل علم' جب خدا نے انہیں مالی وسائل فراہم کیے تو انہوں نے اپنے گاؤں میں ۵-۵ کروڑ کا دارالعلوم کھڑا کیا۔ ان کی طبیعت بھی علمی اوارے' ریسرچ و تحقیق' تصنیف و تالیف' نشرواشاعت کی طرف نہیں چلتی حالانکہ اس دور میں ان اداروں کی ہی اشد ضرورت ہے۔ انڈیا گجرات کے صرف دو اضلاع سورت اور بھروچ میں گزشتہ ربع صدی کے عرصہ میں ۳ - ۴ درجن کے قریب دو دو میل کے فاصلے پر بڑے بڑے جامعات قائم ہو گئے ہیں۔ ایسے جامعات سے علم کے بجائے جاہلیت پھیلتی ہے۔ یاد رہے جہالت نام ہے نہ جاننے کا اور جاہلیت جان کر نہ ماننے کا۔ اگر ٹھوس علمی کام کا جائزہ لیا جائے تو گزشتہ ربع صدی میں ان جامعات سے کوئی ایک بھی علمی تحقیقی کتاب یا تصنیف نہیں نکلی جسے امتیازی طور پیش کیا جا سکے اور جس قسم کے مولانا فارغ ہو رہے ہیں' ان کا حال یہ ہے کہ وہ درپیش کسی عصری مسئلہ پر نہ چند منٹ بول سکتے ہیں نہ چند سطریں لکھ سکتے ہیں۔ یہ ایک تلخ حقیقت ہے کہ ملت کے مال کا بہت بڑا حصہ عمارتوں پر خرچ ہو رہا ہے۔ جامعات میں مسجد کی تعمیر پر ۲۰-۳۰ لاکھ تو آسانی سے خرچ کر دیے جاتے ہیں مگر انہی جامعات کے مدرسین کو اتنی تنخواہ نہیں دی جاتی کہ بسہولت ان کا گزر بسر ہو سکے۔ بہت سی جگہوں پر اساتذہ کرام کی تنخواہوں کا معیار پرائمری اسکول کے ٹیچروں کی تنخواہ سے بھی پست ہے۔ زکوٰۃ و صدقات کا اصل قرآنی مصرف انسان کی بنیادی ضروریات ہیں۔ یہی آنحضرت ﷺ کی سیرت سے بھی نمایاں ہے۔ ہم لاکھوں فقراء و مساکین' بیماروں اور بیواؤں کا حق مار کر عالی شان عمارتوں میں حیلہ کر کر کے لگا رہے ہیں۔ ظاہری شان و شوکت پر پانی کی طرح روپیہ بہایا جا رہا ہے۔ جبکہ لاکھوں مسلمان افریقی ممالک میں بھوک سے مر گئے' لاکھوں بیمار مسلمانوں کے پاس دوا اور علاج اور آپریشن کے لیے پیسے نہیں' لاکھوں مسلمان بچیاں شادی کے اخراجات نہ ہونے کی وجہ سے بن بیاہی بیٹھی ہیں۔ اس مسئلہ پر بہت زیادہ سنجیدگی کے ساتھ غور کرنے کی ضرورت ہے۔ کس جگہ کس سائز کے مدرسہ یا جامعہ کی ضرورت ہے؟ اسے محض فرد واحد کی رائے پر نہیں چھوڑا جا سکتا' وہ بھی ایسے دور میں جب اس مقدس شعبہ میں ہر قسم کے لوگ آئے ہوں اور علم دین کے نام پر کتنے قسم کے فتنے اور تباہی سامنے ہے۔

دینی مدارس میں انحطاط کو روکنے کے لیے ضروری ہے کہ مختلف علوم و فنون میں

ماہرین تیار کرنے پر توجہ دی جائے۔ ہر بڑا دارالعلوم کسی ایک شعبہ میں تخصص کا التزام کرے۔ کسی جگہ حدیث پر ۳ سالہ تخصص ہو۔ پڑھانے کے لیے دنیا بھر میں جہاں سے دستیاب ہوں' اعلیٰ ترین ماہرین لائے جائیں۔ جس طالب علم کو حدیث میں مہارت تامہ اور کمال حاصل کرنا ہو' وہ وہاں جائے۔ اس طرح ہر دارالعلوم میں کسی ایک موضوع پر تخصص کا انتظام ہو۔ کہیں فقہ پر' کہیں تفسیر' ادب' صحافت وغیرہ وغیرہ پر اور موضوع پر اعلیٰ درجہ کا مطالعہ و تحقیق کا انتظام ہو تا کہ ایسے افراد نکلنے لگیں جو کسی ایک فن یا موضوع پر بصیرت رکھتے ہوں۔ اس کے ساتھ ہی ہمارے جامعات اعلیٰ ترین اور جدید ترین نشر واشاعت کے ذرائع کے ذریعہ ان کا عوام سے رابطہ ہو تا کہ زندگی میں دین کی عملی تطبیق اور معاشرہ میں شریعت کے نفاذ کی طرف قدم بقدم آگے بڑھیں جو تعلیم وتعلم کا اصل مقصد ہے۔

سہ ماہی الشریعہ گوجرانوالہ کا اکتوبر ۹۸ء کا شمارہ

ریاستہائے متحدہ امریکہ

اور

اسلامی جمہوریہ پاکستان

کے پچاس سالہ تعلقات کے جائزہ کے حوالہ سے ممتاز اہل قلم کی منتخب نگارشات پر مشتمل ہو گا' ان شاء اللہ تعالیٰ (ادارہ)